

غذائی اشیاء کی حلت و حرمت کے قدیم و جدید معیارات

The Old and New/Contemporary standards of the Legality Hillat-o-Hurmat of Food Items in Islamic Sharia

*عطا الرحمن

**پروفیسر ڈاکٹر طاہرہ بشارت

Abstract

In Islamic Shariah, generally, simplicity in halal foods is appreciated and recommended and overeating, eating non-hygienic and harmful food is not appreciated. The prophet May peace be upon him has set a standard and criteria even in the quantity and manner of making and eating a food item by setting an example through his Seerah and narration Hadith for the humanity; and till the day of judgement, it will remain a standard. In order to know about the Islamic rulings about the Halal and Haram food, the Sunnah of the prophet May peace be upon him is mandatory; and in the light of his life and commandments the old and new contemporary standards of Hillat-o-Hurmat being halal or haram of a food item can be derived. Maintaining the specificity of the traditional old foods and the modern day technologically manufactured foods, as being approved or disapproved, in the light of The Quran and Sunnah is a bit difficult task; for example, modern day chocolates and gelatin-oriented food products with different chemicals and emulsifying agents need to be judged according to the injunctions of the Islamic Sharia. The main purpose and objective of the current research is to find out the Islamic standards/universals about the food items as for as their Hillat-o-Hurmat is concerned; in other words what are the Islamic standards about a particular food item as defined in Sharia and how the eating habits can be changed in the light of the Islamic rulings. The research will also discuss those standards that make it easy to differentiate between the legal and illegal food in an Islamic perspective. The study concludes with the basic premise that the answer of all the above questions is in simple food and simple living, as it is evident through the life of the prophet May peace be upon him

* پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ اسلامی فکر و تہذیب، یونیورسٹی آف مینجمنٹ اینڈ ٹیکنالوجی، لاہور

** چیئر پرسن، شعبہ اسلامی فکر و تہذیب، یونیورسٹی آف مینجمنٹ اینڈ ٹیکنالوجی، لاہور

شریعتِ اسلامیہ میں بحیثیتِ مجموعی غذا اور کھانے کی اشیاء میں سادگی کو پسند کیا گیا ہے اور مسرفانہ تکلفات اور تقاضاں آمیز خیالات اور جذبات نیز بے جا اور غیر ضروری تکلفات سے بھی خود کو بچانے کی تلقین کی ہے اور انہیں ناپسند کیا گیا ہے، نبی کریم ﷺ نے کسی بھی چیز کو کھانے میں استعمال کر کے ایسا معیار مقرر فرما دیا ہے کہ اب قیامت تک یہی معیار برقرار رہے گا، اس میں کسی قسم کا رد و بدل قابل قبول نہیں ہوگا، غذائی اشیاء کی حلت و حرمت کے قدیم معیارات جاننے کے لیے نبی کریم ﷺ کا کھانا پینا اور اس سے متعلقہ آداب پر نظر ڈالنا ضروری ہے، جس سے نہ صرف قدیم معیارات سمجھ آتے ہیں، بلکہ قدیمی معیارات کے تناظر میں عصر حاضر کے معیارات کو پرکھا بھی جاسکتا ہے۔

غذائی اشیاء سے متعلق قدیم اور جدید معیارات کی تخصیص کرنا خاصا مشکل ہے، کیونکہ قدیم معیارات پر ہی آج تک جدید غذائی اشیاء کی بنیاد رکھی جا رہی ہے، اور جو چیزیں غذائی مصنوعات سمجھی جاتی ہیں، لیکن نہ تو میڈیکل سائنس اور نہ ہی دیگر معالجین انہیں غذائی مصنوعات سمجھتے اور ان کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں، جیسے دور جدید میں مختلف انواع کی چاکلیٹس، جلیٹین سے بننے والی مختلف اشیاء جن میں مختلف قسم کے ابہام پائے جاتے ہیں، کیونکہ اکثر اوقات ان چیزوں کی تیاری کے دوران شرعی اصولوں کو مد نظر نہیں رکھا جاتا، لہذا ایسی تمام مصنوعات پوری دنیا میں قابل اعتراض رہی ہیں، اور لوگوں کا ان چیزوں سے متعلق اعتماد کم ہی رہا ہے۔

غذائی اشیاء کے قدیم معیارات سے متعلق ہمیں اسلام سے رہنمائی لینے کی ضرورت ہے، عہدِ نبوی میں جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو وہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوتے اور اپنے مسئلے کا حل طلب کرتے، چنانچہ بارگاہِ رسالت سے ملنے والی بات ہی وہ معیار Standard ہے جس کے ذریعے چیزوں کے قبول یا رد کرنے کا جواز ملتا ہے، لیکن یہ بات اپنی جگہ انتہائی اہمیت کی حامل ہے کہ کن چیزوں میں معیارات کو پرکھا اور جانچا جائے، کیونکہ عصر حاضر میں اشیائے خورد و نوش کے انتخاب میں اس قدر تنوع پایا جاتا ہے کہ بعض اوقات چیزوں کو منتخب کرنا مشکل ہو جاتا ہے، اس حوالے سے اسلامی معیار کیا ہے، یا دوسرے لفظوں میں اشیائے ضرورت کا اسلامی معیار کیا ہے؟ کھانے پینے میں اسلامی معیار کو کیسے لاگو کیا جائے، وہ کون سے قوانین ہیں جس کے ذریعے اسلامی معیارات پر آسانی سے عمل درآمد ہو سکتا ہے، ان تمام سوالات

کا جواب صرف سادہ غذا اور سادہ زندگی گزارنے میں ہے، کیونکہ اگر تاویلات کی جائیں تو پھر تسلی و تشفی کا سامان ڈھونڈنا مشکل ہو جائے گا۔

ذیل میں نبی کریم ﷺ کی حیات مبارکہ سے کھانے پینے سے متعلق معیار اور سادگی کی مثالیں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں:

“عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: مَا رَأَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّقِيَّ، مِنْ حِينَ ابْتَعَثَهُ اللَّهُ حَتَّى قَبِضَهُ اللَّهُ» قَالَ: فَقُلْتُ: هَلْ كَانَتْ لَكُمْ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنَاجِلُ؟ قَالَ: «مَا رَأَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنُخَلًّا، مِنْ حِينَ ابْتَعَثَهُ اللَّهُ حَتَّى قَبِضَهُ اللَّهُ» قَالَ: قُلْتُ: كَيْفَ كُنْتُمْ تَأْكُلُونَ الشَّعِيرَ غَيْرَ مَنخُولٍ؟ قَالَ: كُنَّا نَطْحَنُهُ وَنَنْفُخُهُ، فَيَطِيرُ مَا طَارَ، وَمَا بَقِيَ تَرْتِنَاهُ فَأَكَلْنَاهُ”

“حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بعثت اعلانِ نبوت سے اپنی وفات تک چھنے ہوئے صاف آٹے کی روٹی نہیں دیکھی، ان سے پوچھا گیا تم لوگوں کے پاس رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں چھلنیاں نہیں ہوتی تھیں؟ انہوں نے جواب دیا رسول اللہ ﷺ نے اپنی نبوت سے اپنی رحلت تک کوئی چھلنی نہیں دیکھی، پھر ان سے پوچھا گیا تم لوگ بغیر چھنے ہوئے جو کی روٹی کیسے کھاتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا ہم جو کو پیستے، پھر اس میں پھونک مارتے، پس اس میں سے جو اڑتا، وہ اڑ جاتا اور جو باقی رہتا، اسے ہم گوندھ لیتے اور کھا لیتے۔”

کھانے پینے سے متعلق ہمیں اسلامی معیار جاننے کے لیے صرف اور صرف عہدِ نبوی ﷺ میں کھانے پینے کا رائج نظام جانچنے اور پرکھنے سے یہ سمجھ آسکتا ہے، کہ عہدِ نبوی اور عہدِ صحابہ میں کھانے کے معیارات کیا تھے، نیز وہ نفوس کھانے پینے کی احتیاج کا کس طرح اہتمام کرتے تھے۔ امام بخاری نے اس حدیث کو درج کرنے کے لیے باب قائم کیا ہے: “باب ما كان النبي ﷺ وأصحابه يأكلون” ۲ “اس چیز کا بیان کہ نبی کریم ﷺ اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم کس طرح اور کیا کھاتے تھے۔”

آج دنیائے اسلام میں خصوصی طور پر کھانے پینے کے شرعی معیارات Sharia Standard پر بحث ہو رہی ہے، لیکن جب مسلمان غیر مسلم ممالک میں جاتے ہیں تب یہ

ضرورت اور بھی شدت اختیار کر جاتی ہے کہ کھانے پینے کی چیزوں میں کس طرح حلال کا اہتمام و التزام کیا جائے، نیز کن طریقوں سے حلال کا حصول آسانی سے ممکن بنایا جائے، لیکن یہ مسئلہ ان چیزوں کے انتخاب میں آتا ہے جو دورِ جدید کی پیداوار ہیں، اور جن مصنوعات نے جدت کا لباس پہن کر لوگوں میں شکوک و شبہات کو جنم دیا ہے، جیسا کہ

۱۔ حلال گوشت کی شرائط و صفات

۲۔ ذبح کے اسلامی اور غیر اسلامی طریقے ذبیحہ کے عمل سے گزر کر ہی گوشت کھانے کے قابل بن سکتا ہے جیسا کہ مشینی ذبیحہ، بجلی کے کرنٹ اور جھٹکے سے ذبح کرنا، ذبح سے قبل جانور کو بے ہوش کرنا، یہ تمام امور لوگوں میں چیزوں کی حلت و حرمت پر براہِ راست اثر انداز ہو رہے ہیں۔

۳۔ غیر مسلم ممالک سے درآمد کیا ہوا گوشت، اور اس کے ذبح کا طریقہ کار کیا ہے اور کن اصولوں پر ہے، کیا شریعت ایسے طریقوں سے ذبح کیے ہوئے جانور کو حلال تصور کرتی ہے، نیز میڈیکل سائنس مصنوعی اور اذیت والے طریقوں سے ذبح کیے گئے جانور کو کیسے دیکھتی ہے، جسم و بدن پر اس گوشت کے کیا مضر اثرات ہو سکتے ہیں۔

۴۔ حلال جانوروں میں جینیاتی طور پر تبدیلیاں لانا۔

۵۔ غذائی مصنوعات میں 'ای نمبرز' اور 'حلال' کا لیبل لگا کر اس کی مشروعیت و قانونی حیثیت کو برقرار رکھا جاسکتا ہے۔

یہ تمام سوالات پوری دنیا میں اٹھائے جا رہے ہیں، لیکن ان کا ازالہ اور تدارک بہت کم نظر آ رہا ہے، دن بدن ان مصنوعی طریقوں میں تیزی آرہی ہے۔ اسلامی معیارات کو اسی صورت میں لاگو کیا جاسکتا ہے، جب ان اشیاء کو اپنی زندگی میں جگہ دی جائے، جن سادہ غذاؤں کی ترغیب ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ نے دی ہے، انہیں استعمال کیا جائے، ایک طرح سے غذاؤں کے معیار کا مسئلہ حل ہو جائے گا، دوسری صورت یہ ہے کہ بقدر ضرورت اشیاء کو استعمال کیا جائے، ذخیرہ اندوزی جیسی مذموم سوچ کو کھرچ کر اپنے دماغ سے نکال دیا جائے، جیسا کہ صحیح مسلم میں

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے دعا فرمائی: «اللَّهُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ آلِ مُحَمَّدٍ قُوتًا» ۳، اے اللہ! محمد ﷺ کے گھر والوں کو صرف اتنی روزی دے جس سے ان کے جسم کا رشتہ برقرار رہ سکے۔

مذکورہ بالا حدیث کی تشریح میں حافظ صلاح الدین یوسف لکھتے ہیں:

اہل لغت اور مشکل الفاظ کے معانی بیان کرنے والوں نے کہا ہے کہ قوت کے معنی ہیں اتنی خوراک، جو انسان کو مرنے نہ دے اور جسم و جان کے رشتے یعنی سانس کو برقرار رکھ سکے۔ یعنی بقدر کفاف روزی، نہ بالکل کم جس سے بھوک بھی نہ مٹے، نہ زیادہ کہ خوب سیر ہو کر کھایا جائے۔ انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد ہی چونکہ یہ ہوتا تھا کہ وہ لوگوں کو دنیا کے مشاغل، ہنگاموں اور زیب و زینت سے ہٹا کر آخرت کی طرف متوجہ کریں، اس لیے وہ دنیوی آلائشوں و آسائش سے بچ کر رہنا پسند کرتے تھے تاکہ کوئی اس اعتبار سے ان پر حرف گیری نہ کر سکے کہ جس سے ان کا مقصد بعثت متاثر ہو، اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے بھی اپنے لیے مذکورہ دعا فرمائی۔ ۴

ایک دوسری حدیث میں ایک دن کے کھانے کو تمام دنیا کے جمع ہونے سے

تشبیہ دیتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

“عَنْ سَلَمَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ مَخْصِنِ الْخَطْمِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، وَكَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ أَصْبَحَ مِنْكُمْ أَمِنًا فِي سِرْبِهِ مُعَاقٍ فِي جَسَدِهِ عِنْدَهُ قُوتٌ يَوْمِهِ فَكَأَنَّمَا حَبِزَتْ لَهُ الدُّنْيَا» ۵

“حضرت عبید اللہ بن مخصن انصاری خطمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص تم میں سے اس حال میں صبح کرے کہ وہ اپنے گھریا قوم میں امن سے ہو، جسمانی لحاظ سے تندرست ہو اور ایک دن کی خوراک اس کے پاس موجود ہو تو گویا اس کے لیے دنیا، اپنے تمام تر ساز و سامان کے ساتھ، جمع کر دی گئی۔”

نبی کریم ﷺ کی معیشت اور سادگی کا اندازہ درج ذیل احادیث سے بھی لگایا جاسکتا ہے:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: «تُوفِّي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدِرْعُهُ مَرْهُونَةٌ عِنْدَ يَهُودِيٍّ، بِثَلَاثِينَ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ» ۶

”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی رحلت اس حال میں ہوئی کہ آپ ﷺ کی ذرہ ایک یہودی کے پاس ۳۰ صاع کے بدلے میں گروی رکھی ہوئی تھی۔“

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: وَلَقَدْ رَهَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِرْعَهُ بِشَعِيرٍ، وَمَشَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخُبْزِ شَعِيرٍ وَإِهَالَةٍ سَخِجَةٍ، وَلَقَدْ سَمِعْتُهُ يَقُولُ: «مَا أَصْبَحَ لِإِلِّ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِلَّا صَاعٌ، وَلَا أَمْسَى وَإِيَّاهُمْ لَتَسْعَةَ أَبْيَاتٍ» ۷

”حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے اپنی ذرہ جو کے بدلے گروی رکھی اور میں آپ ﷺ کے پاس جو کی روٹی اور پگھلی ہوئی چربی، جس میں کچھ تغیر آچکا تھا، لے کر گیا اور میں نے آپ ﷺ کی زبان مبارک سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ محمد ﷺ کے گھر والوں کے پاس صبح اور شام کو ایک صاع خوراک بھی نہ ہوتی حالانکہ وہ نو ۹ گھر تھے۔“

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: «كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبِيتُ اللَّيَالِي الْمَتَابِعَةَ طَائِبًا وَأَهْلُهُ لَا يَجِدُونَ عَشَاءً وَكَانَ أَكْثَرُ خُبْزِهِمْ خُبْزَ الشَّعِيرِ» ۸

”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کئی کئی راتیں متواتر بھوکے گزار دیتے تھے اور آپ ﷺ کے گھر والوں کو بھی رات کا کھانا میسر نہ ہوتا اور آپ ﷺ کی اکثر روٹی، جو کی روٹی ہوتی۔“

عَنْ مِقْدَامِ بْنِ مَعْدِي كَرِبٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «مَا مَلَأَ آدَمِيَّ وَعَاءٌ شَرًّا مِنْ بَطْنٍ. بِحَسْبِ ابْنِ آدَمَ أَكْلَاتُ يُقْمَنَ صَلْبَهُ، فَإِنْ كَانَ لَا مَحَالَهَ فَتَلْتُ لِطَعَامِهِ وَتَلْتُ لِشَرَابِهِ وَتَلْتُ لِنَفْسِهِ» ۹

”حضرت ابو کریمہ مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ کسی آدمی نے کوئی برتن اپنے پیٹ سے زیادہ برا نہیں بھرا، آدمی کے لیے تو چند لقمے ہی کافی ہیں جو اس کی پشت کو سیدھا رکھیں اور اگر زیادہ ہی کھانا ضروری ہو تو پھر پیٹ کا تیسرا حصہ اپنے کھانے کے لیے، تیسرا حصہ پانی کے لیے اور تیسرا حصہ سانس لینے کے لیے ہو۔“

خوراک سے متعلق معیارات Standards کی سرٹیفیکیشن کی نوبت اس لیے آئی

ہے کہ سادگی کو پس پشت ڈال دیا گیا ہے، تکلفات اور بے جا اسراف کی طرف دھیان کر کے

خاندان اور ملک و قوم کا نقصان کیا جا رہا ہے، حالانکہ سادگی جیسی نعمت جسے نصیب ہو جائے اس کے لیے پھر دو وقت کا گزارا کرنا ہی اولیت قرار پاتا ہے، اور اس کی توجہ ادھر ادھر نہ بھٹک سکتی ہے اور نہ ہی اس کا وجود ملک و قوم کے لیے باعث عار اور نقصان کا باعث بن سکتا ہے، اسی طرح کی رہنمائی نبی اکرم ﷺ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فرمائی ہے:

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، قَالَ: ذَكَرَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا عِنْدَهُ الدُّنْيَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَلَا تَسْمَعُونَ، أَلَا تَسْمَعُونَ، إِنَّ الْبَدَاذَةَ مِنَ الْإِيمَانِ، إِنَّ الْبَدَاذَةَ مِنَ الْإِيمَانِ» ۱۰

”حضرت ابو امامہ ایاس بن ثعلبہ انصاری حارثی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نے ایک دن آپ کے سامنے دنیا کا ذکر کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم نہیں سنتے؟ کیا تم نہیں سنتے؟ کہ سادگی ایمان کا حصہ ہے، یقیناً سادگی ایمان کا حصہ ہے، اس سے آپ ﷺ کی مراد تکلفات اور زیب و زینت کی چیزوں کا ترک ہے۔“

حافظ صلاح الدین یوسف اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں:

”اس حدیث میں عمدہ قیمتی لباس کے مقابلے میں سادہ لباس کی اور مرغوب، لذیذ اور انواع و اقسام کی خوراک کے مقابلے میں روکھی سوکھی اور سادہ خوراک کی ترغیب ہے کیونکہ انسان جتنا تکلفات دنیا سے اجتناب کرے گا، اتنا ہی وہ آخرت کی تیاری پر متوجہ رہے گا اور جس حساب سے وہ دنیا کی آسائشوں اور سہولتوں میں الجھے گا، آخرت کا دھیان کم ہوتا چلا جائے گا، یہ خیال رہے کہ سادگی کا مطلب، صفائی سے گریز نہیں ہے کیونکہ صفائی تو خود مطلوب اور نصف ایمان ہے، پاکیزگی اور صفائی سے ایک مومن کس طرح صرف نظر کر سکتا ہے؟ سادگی سے مراد تکلف و تصنع سے دامن بچانا ہے۔“ ۱۱

ایشیائے ضرورت کے اسلامی معیار سے انحراف کے نتائج معاشرے اور انسانی جسم دونوں پر ہو رہے ہیں، اسلامی کی دی ہوئی ہدایات کے برعکس چلنے سے انسانی زندگی خونخوار بھیڑیا کی مانند ہو جاتی ہے، انسان کی روح اور جسم دونوں کئی قسم کی آزمائشوں اور اذیتوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ أَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّىٰ إِذَا فَرِحُوا بِمَا أُوتُوا

أَخَذْنَاهُمْ بِغَتَّةٍ فَإِذَا هُمْ مُبْلِسُونَ ۱۲

”پھر جب انہوں نے وہ نصیحت بھلا دی جو انہیں کی گئی تھی تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیے، حتیٰ کہ جب وہ ان چیزوں پر اترنے لگے جو انہیں دی گئی تھیں، تو ہم نے انہیں اچانک پکڑ لیا، پھر وہ ناامید ہو کر رہ گئے۔“

حافظ ابن کثیر نے مذکورہ آیت کے ضمن میں لکھا ہے:

امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ کشادہ رزق عطا فرمائے اور وہ اسے اللہ کی تدبیر نہ سمجھے تو وہ بے عقل ہے اور جس شخص کو اللہ رزق کی تنگی میں مبتلا کر دے اور وہ اسے آزمائش نہ سمجھے تو وہ بھی بے عقل ہے، پھر انہوں نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ”فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ أَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّىٰ إِذَا فَرِحُوا بِمَا أُوتُوا أَخَذْنَاهُمْ بِغَتَّةٍ فَإِذَا هُمْ مُبْلِسُونَ“ پھر جب انہوں نے وہ نصیحت بھلا دی جو انہیں کی گئی تھی تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیے، حتیٰ کہ جب وہ ان چیزوں پر اترنے لگے جو انہیں دی گئی تھیں، تو ہم نے انہیں اچانک پکڑ لیا، پھر وہ ناامید ہو کر رہ گئے۔“ پھر امام حسن بصری نے فرمایا کہ رب کعبہ کی قسم! یہ بھی لوگوں کے اللہ تعالیٰ کی تدبیر ہے کہ پہلے ان کی ضرورتوں اور حاجتوں کے مطابق انہیں دے دیا جائے، پھر انہیں اچانک گرفت میں لے لیا جائے۔“ ۱۳

اسلامی معیارات سے پہلے اگر ترجیحات کا تعین کر لیا جائے، تو معاملہ واضح ہو جائے گا، کس چیز کی کس قدر اور کس جگہ ضرورت ہے تو معاملہ اور بھی واضح اور آسان ہو جاتا ہے، ترجیحات کے تعین Determination of Priorities کی وضاحت میں مفتی تقی عثمانی لکھتے ہیں:

”پہلا مسئلہ جس کو معیشت کی اصطلاح میں ”ترجیحات کا تعین“ کہا جاتا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کی ضروریات اور خواہشات بے شمار ہیں اور ان کے مقابلہ میں وسائل محدود ہیں، ظاہر ہے کہ ان محدود وسائل کے ذریعہ تمام ضروریات اور خواہشات پوری نہیں ہو سکتیں، لہذا کچھ ضروریات اور خواہشات کو مقدم کرنا پڑے گا اور کچھ کو مؤخر کرنا پڑے گا، لیکن کون سی ضرورت کو مقدم کیا جائے اور کون سی ضرورت کو مؤخر کیا جائے؟ مثلاً میرے پاس پچاس روپے ہیں، ان پچاس روپے سے آٹا بھی خرید سکتا ہوں، کپڑا بھی خرید سکتا ہوں،

کسی ہوٹل میں بیٹھ کر ریفریجریٹیشنٹ کھانے پر بھی خرچ کر سکتا ہوں، یہ چار پانچ اختیارات Options میرے سامنے ہیں، اب میں یہ پچاس روپے ان میں سے کس کام پر خرچ کروں؟ اس کو ”ترجیحات کا تعین“ کہا جاتا ہے....

یہ مسئلہ ایک انسان کو پیش آتا ہے، اسی طرح پورے ملک اور پوری ریاست کو بھی پیش آتا ہے، مثلاً پاکستان کے کچھ قدرتی وسائل ہیں، کچھ انسانی وسائل ہیں، کچھ معنی وسائل ہیں، کچھ نقد وسائل ہیں، یہ سارے وسائل محدود ہیں اور اس کے مقابلے میں ضروریات اور خواہشات لامتناہی ہیں۔ اب یہ متعین کرنا پڑے گا کہ ان وسائل کو کس کام میں صرف کیا جائے؟ اور کس چیز کی پیداوار کو ترجیح دی جائے؟ اس مسئلہ کا نام ”ترجیحات کا تعین“ ہے۔

دوسرا مسئلہ ہے، ”وسائل کی تخصیص“ ہمارے پاس وسائل پیداوار ہیں، یعنی سرمایہ، محنت، زمین، ان کو ہم کن کاموں میں کس مقدار میں لگائیں؟ مثلاً ہماری زمینیں ہیں، اب کتنی زمین پر ہم گندم کاشت کریں، کتنی زمین پر چاول کاشت کریں، اور کتنی زمین پر روئی کی کاشت کریں؟ یا اسی طرح ہمارے پاس کارخانے لگانے کی صلاحیت ہے جس سے ہم کپڑا بھی بنا سکتے ہیں، جوتے بھی بنا سکتے ہیں، اور کھانے پینے کی اشیاء بھی بنا سکتے ہیں، اب کتنے کارخانوں کو کپڑا بنانے میں استعمال کریں؟ اور کتنے کارخانوں کو جوتے بنانے میں لگائیں اور کتنے کارخانوں کو کھانے پینے کی اشیاء میں استعمال کریں؟ اس سوال کے تعین کو معیشت کی اصطلاح میں ”وسائل کی تخصیص“ کہا جاتا ہے۔

تیسرا مسئلہ ہے ”آمدنی کی تقسیم“ Distribution of Income یا پیداوار کی تقسیم، یعنی مندرجہ بالا وسائل کو کام میں لگانے کے بعد اس کے نتیجے میں جو پیداوار یا آمدنی حاصل ہوئی اس کو کس طریقے معاشرے میں تقسیم کیا جائے؟ اس کو کس بنیاد پر تقسیم کیا جائے؟ اس کو معاشیات کی اصطلاح میں ”آمدنی کی تقسیم“ کہا جاتا ہے۔

چوتھا مسئلہ ہے ”ترقی“ Development یعنی اپنی معاشی حاصلات کو کس طرح ترقی دی جائے؟ تاکہ جو پیداوار حاصل ہو رہی ہے، وہ معیار کے لحاظ سے پہلے سے زیادہ اچھی ہو، اور مقدار کے اعتبار سے اس میں اضافہ ہو، اور کس طرح نئی نئی ایجادات اور مصنوعات وجود میں لائی جائیں تاکہ معاشرہ ترقی کرے اور لوگوں کے پاس اسباب معیشت میں اضافہ ہو اور لوگوں کو آمدنی کے ذرائع مہیا ہوں، اس مسئلہ کو معاشیات کی اصطلاح میں ”ترقی“ کہا جاتا ہے۔

یہ چار بنیادی مسائل ہیں جنہیں حل کرنا ہر معاشی نظام کے لیے ضروری ہے، یعنی ترجیحات کا تعین، وسائل کی تخصیص، آمدنی کی تقسیم، اور ترقی، پہلے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ یہ مسائل اگرچہ فطری مسائل ہیں، لیکن ایک نظام کے تحت ان کو سوچنے، ان کا حل تلاش کرنے کی فکر آخری صدیوں میں زیادہ پیدا ہوئی۔ ”۱۴۔

غذائی اشیاء کا معیار جانچنے کے لیے آج بھی دین اسلام کے اصول و قوانین سے رہنمائی لینے کی ضرورت ہے، جب قرونِ اولیٰ کے لوگ منتخب اور محدود قسم کی اشیاء کے استعمال سے زندگی گزار رہے تھے، آج اس بات کی کیوں شدت سے ضرورت محسوس کی جا رہی ہے، کہ غلط کو صحیح اور صحیح کو غلط میں مدغم کر کے اس انداز سے پیش کیا جائے، نہ صحیح کی پہچان باقی رہے اور نہ ہی غلط کی پہچان۔ غذائی اشیاء کے قدیم معیارات کو آج بھی رائج کرنے کی ضرورت ہے، جس میں انسانی صحت کے ساتھ ساتھ معاشرتی اور معاشی ترقی کا راز بھی مضمر ہے۔

غذائی اشیاء کا مسئلہ ہر دور، ہر نسل اور ہر طبقہ میں بنیادی اہمیت کا حامل اور انسانوں کی توجہ کا مرکز رہا ہے، یعنی حلال و حرام کے ساتھ ساتھ اس بات کو بھی دیکھا جاتا رہا ہے کہ کس شے میں غذائیت کتنی ہے، کون سی غذا بیماریوں کے خلاف مدافع ہے، اور کون سی چیز جسم و جان کو نقصان پہنچا کر اسے لاغر کرنے والی ہے، البتہ مسلمان طبقے کی ہمیشہ ہی یہ کوشش رہی ہے کہ ان چیزوں کا استعمال کرنے میں ہر ممکن کوشش کی جائے، جو چیزیں شریعت میں حلال قرار دی گئی ہیں، اور ان چیزوں سے خود کو روکا جائے اور ان اشیاء کو اپنے لیے ممنوع سمجھا جائے، جنہیں شریعت نے حرام قرار دے دیا ہے، البتہ حلال چیزوں کے تعین میں پوری دنیا میں بہت زیادہ فرق پایا جاتا ہے، بعض جگہوں پر کسی غذائی شے کا استعمال ہوتا ہے، بعض اشیاء ایسی ہیں جنہیں پوری دنیا میں ایک ہی نام سے پکارا جاتا ہے لیکن ان کی رنگت اور لذت میں خاصا فرق پایا جاتا ہے، آلو جسے سبزی کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے، پوری دنیا میں اس کی ۱۸۰ سے زیادہ اقسام پائی جاتی ہیں، مختلف ممالک میں اس کا ذائقہ مختلف اور رنگت مختلف انداز میں موجود ہے، اسی طرح کیلا جسے ایک مفید پھل کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے، مختلف اطباء کیلے کی مختلف حالتوں کو دوائیوں میں بھی استعمال کرتے ہیں، اس کے بارے میں دنیا کے اعداد و شمار

Global Characteristics مختلف ہیں، ایک اندازے کے مطابق پوری دنیا میں There are more than 1,000 varieties of bananas produced and consumed locally in the world یعنی ایک ہزار اقسام میں کیلا پوری دنیا میں پایا جاتا ہے، جس کی لذت، رنگت اور ذائقے میں بھی خاصا فرق ہے۔

پھلوں اور سبزیوں سے متعلق دنیا کے مسلم ممالک میں اتنا تردد نہیں پایا جاتا، لیکن ان کی سرٹیفیکیشن اور شرعی اصول و شرعی معیارات کو اس باریکی سے نہیں دیکھا جاتا، جس قدر گوشت کی اقسام خصوصی طور پر ایسا گوشت جو غیر مسلم ممالک سے درآمد کیا جاتا ہے۔ لیکن کچھ حلال غذائی اشیاء ہیں جنہیں ایک متعین وقت تک استعمال کیا جاتا ہے، مقررہ وقت کے بعد استعمال کرنے سے وہ اشیاء زہریلی اور جسم کے نقصان دہ ثابت ہوتی ہیں، مثلاً حلال اشیاء پر مبنی کھانے ایک وقت گزرنے کے بعد خراب ہو جاتے ہیں، خراب حالت میں استعمال کرنے پر کھانا زہریلا بن کر جسم کے انتہائی نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے، جس سے موت بھی واقع ہو سکتی ہے۔ اسی طرح بعض بیکری اشیاء Bakery Items مقررہ وقت گزرنے کے بعد خراب ہو جاتی ہیں، لہذا حلال اشیاء کی سرٹیفیکیشن اس بات کی ضامن ہوتی ہے، کہ دکاندار اور گاہک دونوں مطمئن رہے، نیچے والے کو بھی اس غذائی اشیاء کا پتہ ہوتا ہے کہ فلاں وقت کے بعد چیز بیچنا نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے، اسی طرح گاہک بھی اشیاء پر لگے ہوئے لیبل کو دیکھ کر تسلی کر لیتا ہے۔ آج دنیا حلال غذائی اشیاء سے متعلق کن معیارات اور اصول و قوانین کو ملحوظ رکھ رہی ہے، اور غذا کے حلال ہونے کے متعلق کن اصولوں کو مد نظر رکھا جا رہا ہے، اس کے متعلق ڈاکٹر زیڈاے آراے آزاد لکھتے ہیں:

“غذا کا مسئلہ مختلف نسلی، سماجی، مذہبی طبقات کے درمیان سب سے اہم عوامل میں شمار کیا جاتا ہے، تمام لوگ جو غذا استعمال کرتے ہیں اس کے بارے میں احتیاط برتنے میں مسلمان اس بات کی احتیاط کرتے ہیں کہ جو کچھ وہ کھائیں وہ حلال ہو، یہودی چاہتے ہیں کہ جو غذا وہ استعمال کریں وہ کوشر ہو، بودھ مذہب میں اور بعض دیگر زمروں کے افراد چاہتے ہیں کہ ان کی خوراک دال سبزی و بیجیٹیرین پر مشتمل ہو، مسلمان خوراک کے انتخاب میں واضح شرعی ہدایات کی پابندی کرتے ہیں، یہاں حلال غذاؤں کے بارے میں اصول بیان کیے جاتے ہیں۔

مسلمان کے استعمال میں آنے والی غذاؤں میں حلال اور حرام سے متعلق گیارہ عمومی طور پر قبول کردہ اصول بیان کیے گئے ہیں۔

۱۔ اللہ نے جو چیزیں پیدا کی ہیں وہ سب حلال ہیں ماسوائے ان اشیاء کے جنہیں خاص طور پر حرام قرار دیا

گیا ہے۔

۲۔ کسی شے کو حلال یا حرام قرار دینے کا اختیار صرف اللہ رب العزت کو ہے، کوئی شخص وہ کیسا ہی پارسایا طاقتور ہو، اسے اپنے ہاتھ میں نہیں لے سکتا۔

۳۔ کسی حلال شے کو حرام قرار دینا یا حرام کو حلال بنانا، اللہ کے ساتھ شرک کرنے کے مترادف ہے۔

۴۔ بعض اشیاء کو حرام قرار دینے کی بنیادی وجہ ان کا ناپاک اور نقصان دہ ہونا ہے، کسی مسلمان کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ کسی شے کے حلال یا حرام ہونے کے بارے میں تجسس کا شکار ہو، جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے حلال یا حرام قرار دیا ہے ان کے بارے میں واضح اسباب اور وجوہ ہو سکتے ہیں۔

۵۔ جو شے حلال ہے وہ کافی ہے اور جو شے حرام ہے وہ فضول ہے، اللہ تعالیٰ نے صرف ان چیزوں کو حرام قرار دیا ہے جو غیر ضروری ہے اور ان کے متبادل کے طور پر بہتر اشیاء کو حلال قرار دیا ہے۔

۶۔ جو شے حرام اشیاء کی معاون ہے وہ بھی حرام ہے اور جو حرام ہے اس کی طرف لے جاتی ہے، وہ بھی حرام ہوگی۔

۷۔ کسی حرام شے کو کذب بیانی سے حلال بنا کر پیش کرنے کی اجازت نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اشیاء کو ضعیف دلائل کے ذریعہ حلال قرار دینا بھی جائز نہیں ہے۔

۸۔ اللہ تعالیٰ نے جس شے کو حرام قرار دیا ہے، اسے نیک نیتی کی آڑ میں حلال نہیں قرار دیا جاسکتا، جب کوئی مسلمان اخلاص نیت سے کوئی جائز کام کرتا ہے تو وہ عبادت میں شمار ہے، لیکن حرام عمل میں خواہ کیسی ہی اخلاص نیت ہو، کیسا ہی اعلیٰ مقصد ہو، وہ عمل حرام ہی رہے گا۔

اسلام کسی جائز مقصد کے حصول کے لیے حرام طریقہ یا وسیلہ کی اجازت نہیں دیتا، بلکہ اسلام اس پر زور دیتا ہے کہ کسی اعلیٰ مقصد کے حصول کے لیے جو وسیلہ اختیار کیا جائے وہ بھی جائز ہو، مقصد وسیلہ کا جو از پیش کرتا ہے اور غلط وسیلہ سے بھی اپنا جائز مقصد حاصل کرو، جیسی کہاوتیں اسلام میں قابل قبول نہیں ہیں، شریعت کا حکم ہے کہ جائز مقصد کو صرف جائز وسیلہ سے ہی حاصل کیا جائے۔

۹۔ جن اشیاء کے بارے میں شبہ ہے، ان سے اجتناب کرنا چاہیے، واضح طور پر حرام اور واضح طور پر حلال کے درمیان بعض ایسی اشیاء ہیں جن کے بارے میں شبہ ہے، مشتبہ چیزوں سے اجتناب اسلام میں تقویٰ کی نشانی ہے اور حرام چیزوں سے دور رہنا بھی پاکیزہ کردار کی علامت ہے۔ جو شخص ایسی مشتبہ اشیاء سے اجتناب کرتا ہے وہ اپنے عقیدہ اور ضمیر کے تحت معصوم رہتا ہے، لہذا وہ محفوظ ہوتا ہے اور جو شخص ان مشتبہ اشیاء سے پرہیز نہیں کرتا وہ ناجائز اور حرام کے دائرے میں آسکتا ہے۔

۱۰۔ تمام حرام اشیاء سب کے لیے حرام ہیں، اسلامی قانون شریعت ہر نسل، ہر طبقہ اور ہر جنس پر ہر جگہ نافذ العمل ہے، اس میں کسی بھی اعلیٰ و ادنیٰ کے لیے کوئی رعایت نہیں ہے، اسلام میں کوئی مراعات یافتہ طبقہ نہیں ہے، لہذا کسی ایسے طبقہ کے لیے خصوصی رعایات یا مراعات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، اسلام کا یہ اصول صرف مسلمانوں کے درمیان ہی نافذ العمل نہیں بلکہ سب کے درمیان بھی سب پر یکساں نافذ ہوتا ہے۔

۱۱۔ ضرورت مشتبہات کی طرف لے جاتی ہے، اسلام میں حرام اشیاء کا دائرہ بے حد تنگ ہے، لیکن حرام سے اجتناب پر بے حد زور دیا گیا ہے، اس کے ساتھ اسلام انسانی زندگی کے مصالح، ان کی وسعت یا انسانی کمزوریوں اور حالات سے نبرد آزما ہونے کی اس کی صلاحیت سے بے خبر نہیں ہے، ضرورت کے تحت اسلام ایک مسلمان کو حرام شے کے استعمال کی اجازت بھی دیتا ہے کہ وہ اس حرام شے کو اس حد تک استعمال کرے کہ اس کی جان بچ جائے۔ ۱۵

مزید لکھتے ہیں:

غذائی اشیاء کے حلال / جائز ہونے کے بارے میں پانچ اہم شرائط مقرر کی گئی ہیں:

۱۔ حلال سے مراد جائز، اس کا اطلاق گوشت اور پولٹری اور دیگر غذائی مصنوعات، ذاتی آرائش کے سامان اور ذاتی دیکھ بھال / صحت سے متعلق اشیاء پر ہوتا ہے، اس کا اطلاق ذاتی رویہ اور اپنے فرقہ / ملت سے ربط اور میل جول پر بھی ہوتا ہے۔

۲۔ حرام سے مراد ممنوع اشیاء ہیں، یہ حلال کی متضاد شکل ہے۔

۳۔ مشتبہ، اس سے مراد مشتبہ یا قابل اعتراض شے ہے، خواہ اس کا سبب اس کے بارے میں علماء کا اختلاف رائے ہو یا اس غذائی مصنوعات میں شامل مرکبات اجزا کے بارے میں غیر مصدقہ صورت ہو۔

۴۔ مکروہ وہ اصطلاح ہے جو کسی شے کے بارے میں کسی شخص کی ناپسندیدگی کو ظاہر کرتی ہے یا

جو شے واضح طور پر حرام نہیں مانی جاتی، اور مسلمان اسے ناپسند کرتے ہیں۔ ۱۶

ڈاکٹر زیڈ اے آر اے آزاد کیڑے مار دواؤں کے فصلوں پر اثرات کے حوالے سے لکھتے ہیں:

غذائی اشیاء کی افزائش کے لیے بی ویکس سفید اور زرد یا کاروبو ویکس جی ایم پی کے معیار کے

مطابق استعمال کی اجازت ہے۔

- ۲۔ کیونکہ پی ایف اے ایکٹ کے تحت پھلوں کو پکانے کے لیے کاربائیڈ گیس کا استعمال ممنوع ہے، لہذا اس کے باقی ماندہ مادے کی کوئی حد مقرر نہیں ہے اور نہ اس کے برقرار رکھنے کی اجازت ہے۔
- ۳۔ پھلوں اور سبزیوں میں رنگ اور معدنی تیل کے استعمال کی اجازت نہیں ہے۔
- ۴۔ پی ایف اے رولز ۵۵۹۱ ضابطہ ۵۶ کے تحت کیڑے مار دواؤں کے باقی ماندہ مادے کی زیادہ سے زیادہ حد کی تفصیل دی گئی ہے۔
- ۵۔ پھلوں اور سبزیوں میں بھاری دھات کے اجزاء کی موجودگی پی ایف اے رولز ۵۵۹۱ ضابطہ ۷۵ میں دیئے گئے معیار سے زیادہ نہیں ہوگی۔
- ۶۔ سبزیوں اور پھلوں میں فصلوں میں آلودگی اور قدرتی طور پر ظاہر ہونے والے زہریلے مادے کی مقدار پی ایف اے رولز ۵۵۹۱ ضابطہ ۷۵ اور ۷۵ بی کے تحت مقرر کردہ زیادہ سے زیادہ حد سے تجاوز نہیں کرے گی۔

پی ایف اے رولز کا نفاذ ریاستوں اور مرکز کے زیر انتظام علاقوں کے دائرہ کار میں ہیں، ریاستوں اور مرکز کے زیر انتظام علاقوں کے کمشنر برائے تحفظ غذا صحت اتھارٹی کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ پھلوں کو پکانے کے لیے کاربائیڈ گیس اور سبزیوں کو رنگنے کے استعمال پر کڑی نظر رکھیں اور خلاف ورزی کرنے والوں کو سزا دیں۔ ۱۷

دودھ کی پیداوار بڑھانے کے لیے انجیکشن کا استعمال:

یو ایس ایف ڈی اے: یو ایس ایف ڈی اے کا اندازہ یہ ہے کہ انجیکشن کے ذریعے گائے کے دودھ میں کوئی خاص فرق نہیں ہے، ۱۲/ دیگر ممالک نے بھی بی ایس ٹی منظور کردہ ہارمون کا استعمال کی اجازت دے دی ہے، برازیل، چلی، کولمبیا، کوسٹاریکا، ایکویڈور، گواٹیمالا، ہنڈورس، لبنان، میکسیکو، پناما، پاکستان، پیراگوئے، پیرو، سلواڈور، جنوبی افریقہ، جنوبی کوریا، یوراگوئے اور وینی زولا، بہر حال کئی ملکوں میں باضابطہ نافذ کرنے والے اداروں مثلاً یورپی یونین، کینیڈا، جاپان، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ اور ارجنٹینا نے بی ایس ٹی کی سفارشات کو مسترد کر دیا، کیونکہ بی ایس ٹی گائے میں صحت سے متعلق مضر اثرات میں اضافہ کرتا ہے، اس میں خسارہ، پیداوار میں کمی اور جسمانی صلاحیت میں کمی بھی شامل ہے۔

یورپی یونین ۱۹۹۰ میں یورپی یونین نے اپنے تمام ممبر ممالک میں اس کے فروخت پر روک لگادی ہے، یکم جون ۲۰۰۰ء سے اس پر مستقل پابندی عائد کر دی گئی ہے، یہ پابندی مویشیوں کے مفاد کے قانون اور معاہدوں کے تحت عائد کی گئی ہے۔

کینڈا کے صحت بورڈ نے کینڈا کی ڈیریوں میں بی ایس ٹی کے استعمال کی اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ کوڈکس ایلبرٹا میں ایسی کمیٹی نے جو عالمی غذائی معیار سے متعلق اقوام متحدہ کا ایک ادارہ ہے، اس نے بھی بی ایس ٹی کے محفوظ ہونے مضر صحت نہ ہونے کی بابت منظوری نہیں دی ہے، یہ ہارمون پر پابندی کی منظوری دینے کا اختیار نہیں رکھتا، لیکن اس کے فیصلے کوڈکس کے منظور کردہ اور معیاری مانے جاتے ہیں، کوڈکس عالمی تجارتی ادارہ کے روبرو آمد کنندہ ممالک کی جانب سے بی ایس ٹی پر پابندی عائد کرنے والے ممالک کے خلاف کارروائی کی منظوری دے سکتی تھی۔ ۱۸

کیڑے مار دواؤں کے اثرات:

کیڑے مار دواؤں کے اثرات جہاں زہر پلے کیڑے پر مرتب ہوتے ہیں، وہاں اس کے کئی مادے اور ضرورت سے زیادہ استعمال کرنے سے انسانی صحت پر بھی برے اثرات رونما ہوتے ہیں، پروفیسر عارف علی، کیڑے مار دواؤں کے اثرات سے متعلق لکھتے ہیں:

آج کل سبزی خوری عروج پر ہے، اسی وجہ سے کسانوں پر اس بات کا دباؤ ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ سبزیاں اور پھل کی پیداوار بڑھائیں، اس بات کا بھی دباؤ ہے کہ یہ سبزیاں اور پھل پورے سال مارکیٹ میں موجود ہوں۔ اسی وجہ سے کسان اپنی فصل کی افزائش کے لیے اس بات پر مجبور ہیں کہ وہ تمام قسم کے کیڑے مار دوائیں Pesticides غیر ضروری گھاس کو ختم کرنے والی دوائیں Herbicides، کیڑے مار گیس اور پاؤ ڈر اور دیگر دوائیں استعمال کریں تاکہ وہ اپنی فصل کو زیادہ سے زیادہ بڑھا سکیں، کچھ کیمیکل ایسے ہوتے ہیں جو فطری طور پر بننے والے ہارمون کی کاپی کرتے ہیں اور ایسے کیمیکل پھلوں کو پکانے، ان کو یکساں سا زردلانے، جاذب نظر بنانے اور مارکیٹ میں ان پھلوں کی کھپت کو بڑھانے کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ پھل سب سے اہم فطری غذا ہے، تمام انسانوں کے لیے مگر آج کل مختلف قسم کے کیمیکل کی وجہ سے پھل تندرستی کو کافی حد تک نقصان پہنچانے لگے ہیں۔

یہ کیمیکل درج ذیل کام کے لیے استعمال کیے جا رہے ہیں:

- ۱۔ پھلوں کو بڑا بنانے کے لیے
- ۲۔ پھلوں کو بڑا بنانے کے لیے
- ۳۔ پھلوں کو تازہ دکھتا ہوا بنانے کے لیے
- ۴۔ یکساں رنگ دینے کے لیے
- ۵۔ زیادہ دنوں تک قابل استعمال بنانے کے لیے عام طور پر پھلوں کو پکانے کے لیے جو عمل کیا جاتا ہے، وہ مصنوعی ہوتے ہیں اور وہ فیزیولوجیکل عمل ہوتے ہیں جو پھلوں کو:

۱۔ کھانے کے قابل بناتے ہیں۔

۲۔ لذیذ اور عمدہ بناتے ہیں۔

۳۔ غذا بخش بناتے ہیں۔ ۱۹

مغربی ممالک میں ذبیحہ کے معیارات:

لیکن جن غذائی اشیاء کے حوالے سے یقین ہو جائے کہ ان کا طریقہ کار اسلامی اور شرعی اصولوں کے مطابق اپنایا گیا ہے، تو ان اشیاء کو استعمال کیا جاسکتا ہے۔ مولانا محمد خالد سیف ”جدید فقہی مسائل“ میں لکھتے ہیں:

”مسلم ممالک کی صنعتی پیمانہ گی اور مغربی ممالک کے ارتقاء نے نوبت یہاں تک پہنچادی ہے کہ ہم غذائی طور پر بھی خود مستفی نہیں ہیں اور اکثر مسلم ممالک کو یورپی اور عیسائی ممالک ذبح شدہ گوشت سپلائی کرتے ہیں، اس بات کی تحقیق کے لیے کہ کیا یہ جانور شرعی طریقہ پر ذبح کیے گئے ہیں؟ مسلم ملکوں کی طرف سے ”مراقب“ متعین ہیں، وہ پورے نظام کی نگرانی کرتے ہیں اور ذبیحہ کے پیکٹ پر ”ذبح علی طریق شرعی“ کی مہر لگا دیتے ہیں۔ اصولی طور پر ان کا کھانا حلال و جائز ہے، اس لیے کہ فقہاء نے ان امور میں غیر مسلموں کی ایسی اطلاع کو بھی معتبر مانا ہے جس کو جھٹلانے کے لیے کوئی واضح سبب موجود نہ ہو۔ ہاں اگر دوسرے قرائن اور معتبر و معقول ذرائع سے اس بات کا غالب گمان ہو جائے کہ یہ بس یونہی لکھ دیا گیا ہے، حقیقی معنوں میں شرعی طریقہ کی رعایت نہیں کی گئی ہے تو اب اس کا کھانا درست نہ ہوگا۔“ ۲۰

کچھ غیر مسلم ممالک میں جانوروں کے ذبح کرنے سے متعلق ایسے طریقے اپنائے جا رہے ہیں، جو اپنے اندر کئی سوالات رکھتے ہیں، مثلاً جانور کو گولی کے ذریعے بہوش کر کے اس کو ذبح کرنا، گولی کی شدت کتنی

ہوتی ہے جس سے یہ یقین ہو جائے کہ جانور مرا نہیں، صرف بیہوش ہوا ہے، اس کے ساتھ ساتھ اگر جانور کو گولی لگنے یا کرنٹ لگنے سے مار دیا جاتا ہے تو پھر اس کے ذبح کرنے سے چاہے جس قسم کی اعلیٰ سے اعلیٰ سرٹیفیکیشن اور Standard متعین کر دیا جائے، وہ ذبیحہ کسی صورت مسلمانوں کے لیے حلال نہیں ہو گا۔ اسی قسم کی کیفیت اور جانور کی بیہوشی سے متعلق مفتی تقی عثمانی لکھتے ہیں:

“جہاں تک اس جانور کے حلال اور حرام ہونے کا تعلق ہے جس کو بیہوش کرنے کے بعد ذبح کیا جاتا ہے، یہ حکم اس پر موقوف ہے کہ آیا بیہوش کرنے کا یہ عمل اس حیوان کی موت کا سبب بنتا ہے یا نہیں؟ تو آج کل ماہرین کا دعویٰ یہ ہے کہ یہ عمل موت کا سبب نہیں بنتا، بلکہ اس عمل کے ذریعہ وہ جانور ہوش و حواس گم کر دیتا ہے اور تکلیف کا احساس اس کے اندر ختم ہو جاتا ہے، لیکن ماہرین کا یہ دعویٰ محل نظر ہے، کیونکہ جہاں تک ”پستول“ کے ذریعہ بیہوش کرنے کا تعلق ہے، تو اس کی وجہ سے حیوان کی پیشانی اور اس کے دماغ میں سخت چوٹ لگتی ہے، کوئی بعید نہیں کہ اس کی وجہ سے اس کی موت واقع ہو جاتی ہو، لہذا ایسا جانور ”موتوڈہ“ ہو جائے گا، میں نے خود بیہوش کرنے کے طریقے کا امریکہ کے شہر ”ڈیٹرائٹ“ میں مشاہدہ کیا ہے، میں نے دیکھا کہ پستول سے تقریباً ایک انچی کے برابر سلاح نکلی اور گائے کے دماغ میں داخل ہو گئی اور اس کے دماغ سے خون نکلنے لگا اور وہ گائے فوراً زمین پر گر گئی اور اس کے اعضاء کی حرکت بالکل بند ہو گئی جیسے کہ وہ مر چکی ہو....

لیکن اس مذبح خانے کے امریکی مالک نے بتایا کہ پستول چلانے کے بعد بھی چند منٹ تک حیوان زندہ رہتا ہے، اور اگر بارہ منٹ کے اندر اس کو ذبح نہ کیا جائے تو وہ مر جاتا ہے، پھر ایک مرتبہ ان مذبح خانوں کے سرکاری سپروائزر سے ان کے دفتر میں ملاقات ہوئی، اس وقت انہوں نے بتایا کہ اس طریقے سے بیہوش کرنے کی صورت میں دو احتمال ہوتے ہیں، ایک یہ کہ اس عمل کے چند منٹ بعد وہ جانور مر جاتا ہے، دوسرے یہ کہ وہ جانور اپنے ہوش و حواس کی طرف واپس لوٹ جاتا ہے، اور اس سپروائزر نے اس بات کی بھی تصدیق کی کہ بیہوش کرنے کا یہ عمل لگاتار چند جانوروں کے ساتھ کیا جاتا ہے، اسی طرح ذبح کا عمل بھی لگاتار کیا جاتا ہے، لہذا یہ بعید نہیں ہے کہ جب بے شمار جانوروں کو ایک ساتھ بیہوش کیا گیا ہو تو ان کو ذبح کرنے سے پہلے ہی کسی جانور کی موت واقع ہو چکی ہو، اور ہمارے پاس کوئی ایسا طریقہ نہیں ہے جس کے ذریعہ ہم یہ معلوم کریں کہ ذبح کے وقت یہ جانور زندہ ہے....

بہر حال میرے لیے اس سپروائزر کی بات پر یقین کرنا ممکن نہیں ہے، لیکن جو صورت حال میں نے دیکھی ہے، اس نے مجھے ان کے اس دعویٰ میں شک میں ڈال دیا ہے کہ بیہوش کرنے کے اس عمل کے سبب اس جانور کی موت واقع نہیں ہوتی، اور اس بات کا احتمال تو بعید نہیں ہے کہ اس میں شدید صدمہ کی وجہ سے بعض جانوروں کی موت واقع ہو جاتی ہو....

جہاں تک بجلی کے کرنٹ کے ذریعہ بیہوش کرنے کا تعلق ہے، تو بعض ماہرین نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ بعض حالات میں اس کی وجہ سے دل کی حرکت بند ہو جاتی ہے، اسی طرح ”گیس“ کے ذریعہ بیہوش کرنے کے عمل میں اگر گیس کا تناسب زیادہ ہو جائے تو اس بات کا امکان ہوتا ہے کہ اس کے ذریعہ جانور کی موت واقع ہو جائے۔ ۲۱

حلال غذاؤں جن میں گوشت کو مرکزی حیثیت حاصل ہے، اور جو انسان کے بدن کا حصہ بنتا ہے اس میں اس کی احتیاط سب سے زیادہ ضروری ہے کہ کوئی ایسا گوشت محفوظ کیے گئے گوشت میں شامل نہ ہو جو جسم کے ساتھ ساتھ اخلاق کو خراب کر دے، اسی طرح وہ گوشت جو جسمانی طور پر انسان کے لیے مضر ہے کہ بیماری اور ہلاکت کی وجہ بنے، اس سے انسان کے پرہیز کرنے میں ہی عافیت ہے۔ شریعت کا یہ کلیہ ہے کہ حرام چیزوں کی مضرت سمجھانے سے مقصود جسمانی اور روحانی دونوں طرح کی احتیاط کو ملحوظ رکھنا شامل ہے۔ یعنی حرام چیزوں کے جسمانی اور روحانی دونوں طرح سے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اسی لیے حلت و حرمت کے قدیم معیارات اپنی جگہ اہمیت کے حامل ہیں، ان میں حرام کا شائبہ نہ ہونے کے برابر جبکہ آج کے جدید طریقوں سے مکمل طور پر الگ تھلگ تھے۔

حواشی

بخاری، محمد بن اسماعیل، ابو عبد اللہ، ”الجامع الصحیح“، کتاب الاطعمۃ، باب ما کان النبی ﷺ وأصحابہ یا کلون

۲ ایضاً

۳ القشیری، النشاپوری، مسلم بن الحجاج، ابو الحسن، ”الجامع الصحیح“، کتاب الزکاة، باب فی الکفایة والقناتة

۴ یوسف، صلاح الدین، حافظ، ”ریاض الصالحین للنووی“، دارالسلام۔ لاہور، ج: ۱، ص: ۵۴۴

۵ ترمذی، ”السنن“، أبواب الزهد، باب ما جاء فی الزہادة فی الدینا

- ۶ بخاری، "الجامع الصحیح"، کتاب الجہاد، باب ما قیل فی درع النبی ﷺ
- ۷ بخاری، "الجامع الصحیح"، کتاب البیوع، باب شراء النبی ﷺ بالنسیئة
- ۸ ترمذی، "السنن"، أبواب الزهد، باب ما جاء فی معیشتہ النبی ﷺ
- ۹ ترمذی، "السنن"، أبواب الزهد، باب ما جاء فی کراهیة کثرة الاکل
- ۱۰ ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث بن اسحاق بن بشیر، "السنن"، کتاب الترجل
- ۱۱ حافظ صلاح الدین، "ریاض الصالحین للنووی"، ج: ۱، ص: ۳۵۵
- ۱۲ الانعام، ۶: ۳۴
- ۱۳ ابن کثیر، عماد الدین، ابو الفدائی، امام، "تفسیر ابن کثیر اردو، مترجم: مولانا محمد خالد سیف، دارالسلام۔ لاہور، ج: ۲، ص: ۳۵۲
- ۱۴ تقی عثمانی، جسٹس محمد، "اسلام اور جدید معاشی مسائل"، ادارہ اسلامیات۔ لاہور، ج: ۷، ص: ۲۱۲۰
- ۱۵ آر اے آزاد، زیڈ اے، ڈاکٹر، "غذا کے حلال ہونے کے متعلق اصول"، ایفا پیلی کیشنز، نئی دہلی۔ انڈیا، ص: ۱۶۱ تا ۱۶۳
- ۱۶ ایضاً، ص: ۱۳۶
- ۱۷ ایضاً، ص: ۱۵۷
- ۱۸ ایضاً
- ۱۹ عارف علی، پروفیسر، "کینڑے مار دواؤں کے اثرات"، ایفا پیلی کیشنز، نئی دہلی۔ انڈیا، ص: ۱۷۸
- ۲۰ سیف اللہ رحمانی، مولانا خالد، "جدید فقہی مسائل"، زمزم پبلشرز۔ کراچی، ج: ۱، ص: ۱۸۳
- ۲۱ تقی عثمانی، مفتی محمد، "فقہی مقالات"، مبین اسلامک پبلشرز۔ کراچی، ج: ۴، ص: ۱۸۹، ۱۸۸